فقہ اسلامی

علامہ محمد رشید نقشبندی (رحمۃ اللہ علیہ)

سابق اُستاذ الحدیث والفقہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

اسلام نے علم اور اس کی ترویج کے لئے جتنا اہتمام فرمایا ہے، قرآن پاک کے صفحات اور احادیث کے دفاتر اس سے لبریز ہیں، اور انہی ارشادات کی برکت تھی کہ عرب کے گنوار اور جاہل دیکھتے دیکھتے اقوامِ عالم کے امام بن گئے، جہاں ان کی عظمت کا جھنڈا گڑا وہاں سے علم وحکمت کے چشمے پھوٹ نکلے۔ کوہ ودامن میں جہاں کہیں وہ خیمہ زن ہوئے مسجد ومدرسہ کے بلند مینار معرفت کی تجلیاں بکھیرنے لگے۔

حضور نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد ہے:

۱۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ علم حاصل کرے۔

۲۔ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِیْ عَلٰی اُمَّتِیْ۔

جس طرح مجھے اپنی امت پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح عالم کو عابد (جو عالم نہ ہو) پر فضیلت حاصل ہے۔

۳۔ مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْراً یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ۔

جس کیساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دینی بصیرت (فقہی سمجھ) عطا فرماتا ہے۔

۴۔ اِنَّ رِجَالًا یَّاْتُوْنَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ یَتَفَقَّهُوْنَ فِی الدِّیْنِ فَاِذَا اَتَوْكُمْ فَاسْتَوْا صَوَابِهِمْ خَیْرًا۔

لوگ تمہارے پاس دین میں تفقہ (بصیرت) حاصل کرنے آئیں گے جب وہ آئیں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم)

نوٹ: دینی مدارس کے منتظمین کو اس ارشاد چہارم (طالب علم و طالب دین کے ساتھ اچھا سلوک کرو) پر گہرا اور عمیق غور وفکر کرنا چاہئے کہ کس قسم کے سلوک کا حکم دیا گیا ہے اور وہ کیسا سلوک کرتے ہیں؟

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز تک ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

۵۔ رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيهٍ رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ۔

بہت سے فقہ کے محافظ حقیقتاً فقیہ نہیں ہوتے اور کئی فقیہ تو ہیں لیکن جن کی طرف منتقل کر رہے ہیں وہ ان سے زیادہ فقیہ ہیں۔

اس ارشاد پنجم کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ بات بالکل ظاہر اور عیاں ہے کہ علم فقہ کا ایک شخص سے دوسرے شخص اور ایک نسل سے دوسری نسل کی طرف انتقال جاری رہنا چاہیئے، تاہم اس انتقال کو جاری رکھنے کے کئی طریقے ہیں، جن میں سے ایک طریقہ وذریعہ تصنیف وتالیف ہے۔

آئندہ سطور میں......

۱۔ لفظ فقہ کا قرآنِ پاک میں مادہ۔

۲۔ اس لفظ کا صدرِ اول میں مفہوم۔

۳۔ مفہوم میں تدریجاً تنگی۔

۴۔ دورِ حاضر میں اس لفظ کا مفہوم (اور اصطلاحی تعریف)۔

۵۔ اصولِ فقہ اور قواعد فقہیہ میں فرق۔

۶۔ محدث اور فقیہ میں فرق۔

۷۔ فقہ کی غرض وغایت۔

۸۔ موضوع کی تعریف۔

۹۔ فقہ کا موضوع۔

۱۰۔ فعل مکلّف کے گیارہ عوارض ذاتیہ اور اوصاف۔

۱۱۔ فقہی مباحث کی تعداد۔

لفظِ فقہ کا قرآنِ پاک میں مادہ

اس لفظ فقہ کا مادہ (ف، ق، ہ) بقول علامہ رشید رضا مصری قرآنِ پاک میں مجموعی طور پر ۲۰ جگہ ذکر فرمایا گیا ہے۔ ایک جگہ "تَفْقَهُوْنَ" اور دوسری جگہ "نَفْقَهُ" تیسری جگہ "يَفْقَهُوْا" جبکہ تیرہ جگہ "يَفْقَهُوْنَ" اور تین جگہ "يَفْقَهُوْهُ" اور ایک جگہ "يَتَفَقَّهُوْا" آیا ہے۔ ان بیس میں سے انیس جگہ ایک خاص قسم کی علمی گہرائی اور دقت فہم اس لفظ کا مفہوم و مدلول ہے۔

اس لفظ سے فعل ماضی معروف مکسور، مفتوح اور مضموم العین تینوں طرح آتا ہے۔

فَقِهَ (بکسر القاف) اس وقت پڑھتے ہیں جب کوئی بات سمجھ لے۔

اور فَقَهَ (بفتح القاف) اس وقت جبکہ کوئی شخص بات سمجھنے میں کسی دوسرے سے سبقت کر جائے اور آگے بڑھ جائے۔

اور فَقُهَ (بضم القاف) اس وقت جبکہ "فقہ" کسی کی عادت اور طبیعت بن جائے۔

صدرِ اول میں فقہ کا مفہوم

صدرِ اوّل میں فقہ کا مفہوم نہایت وسیع اور اسلامی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی تھا، جیسا کہ مسلم الثبوت، شرح مسلم الثبوت اور توضیح وتلویح وغیرہا کتب اصول میں تصریح ہے کہ......

"قدیم زمانہ میں فقہ، علم حقیقت، علم طریقت اور علم شریعت سب کو شامل تھا۔"

علم حقیقت کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے مباحث والٰہیات اور عقائد و کلام کو علم حقیقت کہا جاتا ہے، دورِ حاضر میں اس کا مشہور و معروف نام "علم کلام" ہے۔

علم طریقت کیا ہے؟

نجات دینے والے اعمال و افعال اور ہلاکت میں ڈالنے والی حرکات و کیفیات کے مباحث کو علم طریقت کہا جاتا ہے، آج کل اس کو اخلاقیات کہتے ہیں، اور اس کے ایک خاص حصہ اور طریقہ کار کو "تصوف" کہا جاتا ہے۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

علمِ شریعت کیا ہے؟

ظاہری اعمال و افعال مثلاً وضو، نماز وغیرہ کے احکام و مسائل کو علم شریعت ظاہرہ کہا جاتا ہے، آج کل اسی کو فقہ اور اس کے ایک حصہ کو اسلامی قانون کہا جاتا ہے۔

درج ذیل عربی عبارت کی جو مسلم الثبوت وغیرہ میں موجود ہے فقہ کے اس وسیع مفہوم پر بڑی واضح اور روشن دلالت ہے۔

اِنَّ الْفِقْهَ فِي الزَّمَانِ الْقَدِيمِ كَانَ مُتَنَاوِلًا......

(الف) لِعِلْمِ الْحَقِيقَةِ وهِيَ الْاِلٰهِيَّاتُ مِنْ مَبَاحِثِ الذَّاتِ وَالصِّفَاتِ

(ب) عِلْمُ الطَّرِيْقَةِ وَهِيَ مَبَاحِثُ الْمُنجِيَاتِ وَالْمُهْلِكَاتِ

(ج) عِلْمُ الشَّرِيْعَةِ الظَّاهِرَةِ

اس دور میں فقہ کی مشہور و منقول تعریف یہ ہے۔

''نفع اور نقصان پہنچانے والی چیزوں کی معرفت و شناخت کا نام فقہ ہے۔''

جن چیزوں سے انسان کو دنیا اور آخرت میں نفع اور فائدہ ہو، ان چیزوں کو ''مَالَهَا'' سے تعبیر کیا جاتا جبکہ نقصان و ضرر پہنچانے والی چیزوں کو ''مَاعَلَيْهَا'' سے تعبیر کیا جاتا تھا، اس مفہوم و معنی کو وہ حضرات مختصر لفظوں میں یوں تعبیر فرماتے تھے۔

صدرِ اول کے بعد فقہ کا مفہوم

ایک عرصہ تک فقہ کا یہی مفہوم جاری رہا اور اسی پر عمل درآمد ہوتا رہا بعد میں بوجوہ اس مفہوم میں تدریجاً تنگی ہوتی چلی گئی، یہاں تک کہ ''عقائد و کلام'' نے ایک علیحدہ فن کی حیثیت اختیار کر لی اور اس فن کو ''علمِ کلام'' کے نام سے شہرت ہوئی۔ درسِ نظامی میں شامل مشہور و معروف کتاب ''شرح عقائد'' اور اس کا حاشیہ ''خیالی'' اسی فن کی کتابیں ہیں، جبکہ اردو زبان میں حضرت صدر الشریعہ علامہ مولانا امجد علی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور و معروف تصنیف و تالیف ''بہارِ شریعت'' کی جلد اول اور حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان گجراتی کی تصنیف لطیف ''جاء الحق'' کو بھی اس فن میں شامل کیا جا سکتا ہے، اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے مکتوبات و

رسائل جن میں عقائد حقہ پر روشنی ڈالی گئی ہے اور باطل گروہ کا رد فرمایا گیا ہے، اسی گلدستہ کے پھول اور کلیاں ہیں۔

تاہم صدر اول کے بعد بھی ایک مرحلہ تک ''وجدانیات'' کا تعلق فقہ ہی سے قائم رہا، چنانچہ ''شرح منہاج'' وغیرہ کتابوں میں وجدانی مباحث اور ملکات نفسانیہ کو فقہ میں شمار کیا جاتا رہا، مثلاً اُس دور میں حسد اور دکھاوے کے حرام ہونے کو فقہی مسئلہ سمجھا جاتا تھا، جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے صراحتاً یہ بات ثابت ہے۔

اِنَّ تَحْرِیْمَ الْحَسَدِ وَالرِّیَاءِ مِنَ الْفِقْهِ۔ (شرح مسلم الثبوت)

حسد اور ریا کی حرمت کا تعلق فقہ سے ہے۔

حالانکہ حسد وریاء اور اسی قسم کی تمام برائیوں کا تعلق ملکات نفسانیہ سے ہے جن کے ازالہ کے لئے صرف علم کافی نہیں، بلکہ خاص قسم کی تربیت بھی درکار ہے، اس مرحلہ کے بعد آگے چل کر ...ت نے بھی ایک علیحدہ فن کی حیثیت اختیار کر لی اور ''تصوف'' کے نام سے اس کو شہرت ہوئی، ...ی میں شامل فارسی نظم کی سب سے پہلی کتاب ''کریما اور پندنامہ'' یا حضرت داتا گنج بخش ...ی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور ومعروف کتاب ''کشف المحجوب'' اسی چمن کی خوشبو ومہک ہے، اس دور میں پہنچ کر فقہ کا مفہوم عقائد واخلاق دونوں کے مباحث سے مجرد اور خالی ہوگیا۔

دورِ حاضر میں فقہ کا مفہوم اور اصطلاحی تعریف

مذکورہ تجریدی عمل کے بعد فقہ کا جو مفہوم مروج ومشہور ہوا اس کی مختلف تعریفیں اصول کی کتابوں میں ملتی ہیں، لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک مشہور ومعروف تعریف یہ ہے:

''احکام شرعیہ فرعیہ کے اس علم کو ''فقہ'' کہتے ہیں جو ان احکام کے تفصیلی دلائل سے مکتسب اور حاصل کئے گئے ہوں۔''

تفصیلی دلائل سے کیا مراد ہے؟

قرآنِ پاک کی ایسی آیات یا ایسی احادیث نبویہ کہ جن کا تعلق کسی حکم فرعی وفقہی یا احکام فرعیہ فقہیہ سے ہو، کو تفصیلی دلائل کہا جاتا ہے، مثلاً اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ...... الخ

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

حکم شرعی و فقہی کے حاصل کئے جانے سے کیا مراد ہے؟

جب کسی حکم شرعی و فقہی پر منطق کی روشنی میں کوئی دلیل پیش کی جائے گی تو اس دلیل کا ایک حصہ اور ٹکڑا (صغریٰ) متعلقہ آیت یا حدیث سے ماخوذ ہوگا جبکہ دلیل کا دوسرا حصہ اور ٹکڑا (کبریٰ) فن اصول فقہ کا کوئی قاعدہ اور قانون ہوگا، اس استدلالی عمل کو ''حکم شرعی کا حاصل کیا جانا'' کہا جاتا ہے، اس استدلالی عمل کی مزید وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ چند حسب ذیل اصطلاحات ذہن میں مستحضر ہوں۔

(۱) آمر: شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حکم دینے والا۔

(۲) مامور: مکلف انسان یعنی جس انسان کو کوئی حکم اور آرڈر دیا گیا۔

(۳) مامور بہ: جس فعل وعمل اور کام کے کرنے کا کہا گیا ہے، مثلاً نماز، روزہ۔

(۴) آمر: وہ صیغہ اور لفظ جس کے ذریعے حکم اور آرڈر دیا گیا، مثلاًن ''اقیموا'' (قائم کرو)۔

(۵) منھی عنہ: جس فعل وعمل اور کام سے روکا گیا، مثلاً ''لاتقربوا'' • قریب مت جاؤ)۔

(۶) نھی: وہ صغیہ اور لفظ جس کے ذریعے روکا گیا، مثلاً چوری، بدکاری اور غیبت۔

(۷) دلیل: وہ الفاظ اور عبارت جس سے کسی حکم یا دعویٰ کو ثابت کیا جائے۔

(۸) صغریٰ و کبریٰ: کوئی بھی دلیل دو جملوں (قضایا کے ملانے سے بنتی ہے، پہلے جملہ کو ''صغریٰ'' اور دوسرے کو ''کبریٰ'' کہا جاتا ہے۔

مثلاً کسی کالج کا کوئی طالب علم ہے اور وہ کالج کی انتظامیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس (طالب علم) کو ہوسٹل میں کمرہ الاٹ کیا جائے، اس (طالب علم) کا یہ حق ہے، انتظامیہ پوچھتی ہے کہ کیوں؟ اور کس طرح تیرا حق ہے؟ وہ طالب علم کہتا ہے۔

میں اس کالج کا طالب ہوں اور اس کالج کے ہر طالبعلم کا حق ہے کہ اسکو کمرہ دیا جائے۔

دوسرا جملہ	پہلا جملہ
اس کالج کے ہر طالب علم کا حق ہے کہ اس کو کمرہ دیا جائے۔	میں اس کالج کا طالب علم ہوں۔

لہٰذا میرا بھی حق ہے کہ مجھے کمرہ دیا جائے۔

تیسرا جملہ

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

اب پہلے جملہ کو صغریٰ کہا جائے گا، اور دوسرے جملہ کو کبریٰ کہا جائے گا اور ان دونوں (پہلے اور دوسرے) کے مجموعہ کو دلیل کہا جائے گا، جبکہ تیسرا جملہ دعویٰ یا مطالبہ کہلائے گا۔

اس تمہید کے بعد آئیے دیکھتے ہیں کہ کوئی مجتہد کسی تفصیلی دلیل (آیت قرآنی یا حدیث) سے کسی حکم فقہی کو کس طرح حاصل کرے گا؟

مثلاً نماز کو لے لیجئے گا، یوں کہا جائے گا کہ "نماز فرض ہے" یہ ایک دعویٰ ہے، اس دعویٰ کی یہ دلیل ہے۔

نماز "مامور بہ" ہے۔	ہر "مامور بہ" فرض ہے۔	لہٰذا نماز فرض ہے۔
پہلا جملہ/صغریٰ	دوسرا جملہ/کبریٰ	تیسرا جملہ/نتیجہ اور دعویٰ

دلیل کا صغریٰ (نماز مامور بہ ہے) قرآنِ پاک کے اس ارشاد سے اخذ کیا گیا ہے کہ "اقیموا الصلوٰۃ" نماز قائم کرو، جبکہ دلیل کا کبریٰ (ہر مامور بہ فرض ہے) اصول فقہ کے اس قاعدے اور قانون سے لیا گیا کہ "اَلْاَمْرُ لِلْوُجُوْبِ" امر کا صیغہ فرضیت کے لئے ہے، اسی طرح مثلاً "قتل اولادِ آدم حرام ہے" اس فرض حکم کو مجتہد حسب ذیل طریقہ سے حاصل کرے گا۔

قتل اولاد منہی عنہ ہے۔	ہر منہی عنہ حرام ہے۔	لہٰذا قتل اولاد حرام ہے۔
صغریٰ	کبریٰ	دعویٰ

اس حکم (قتل ولد کا حرام ہونا) کی دلیل کا پہلا جملہ اور صغریٰ قرآنِ پاک کے اس ارشاد سے اخذ کیا گیا ہے کہ "لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ" اس ارشادِ باری تعالیٰ کی روشنی میں اولاد کے قتل کئے جانے سے روک دیا گیا ہے۔ (اپنی اولاد کو مت قتل کرو) لہٰذا اولاد کا قتل منہی عنہ ٹھہرا، جبکہ حکم مذکورہ کی دلیل کے کبریٰ کو اصولِ فقہ کے اس قاعدہ اور قانون سے لیا گیا کہ "اَلنَّهْيُ لِلْحَرَامِ" یعنی نہی کا صیغہ کسی فعل اور کام کے حرام ہونے پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح بیسیوں احکام شرعیہ ہیں کہ جن پر پیش کئے جانے والے دلائل میں سے کسی بھی دلیل کا صغریٰ کسی آیت کریمہ یا حدیث مبارکہ سے لیا گیا ہے، جبکہ کبریٰ اصولِ فقہ کے کسی قاعدہ و قانون سے ماخوذ ہے، اس بیان و تقریر سے کسی حکم شرعی کے استنباط و استخراج اور حاصل کئے جانے کا نہ صرف طریقہ کار واضح ہو گیا ہے بلکہ فن منطق اور فن اصولِ فقہ کی ضرورت و اہمیت کا بھی احساس ہو رہا ہے، لہٰذا یہ حقیقت بھی کسی صورت میں فراموش نہیں کی جا سکتی کہ منطق اور اصول فقہ میں مہارت کے بغیر اجتہاد نہیں کیا جا سکتا، بلکہ کئی دوسرے علوم و

☆ اترکوا قولی بخبر الرسول ﷺ ☆ حدیث شریف کے مقابل میرے قول کو چھوڑ دو (ابوحنیفہ) ☆

فنون میں بھی مہارت تامہ کے ساتھ نورِ بصیرت و فراست اور تقویٰ و طہارت قلبی کے بغیر اجتہاد و استنباط اور استخراج مسائل واحکام ناممکن ہے، بلاشک وشبہ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں کھلا ہوا ہے، اور کھلا ہی رہنا چاہئے۔ لیکن ہر کس و ناکس اور فاجر و فاسق کہ جس کے گلے میں مغرب کی غلامی کا طوق اور پاؤں میں مرعوبیت کی بیڑیاں پڑی ہوئی ہوں وہ اس دروازہ کے اندر داخل نہیں ہوسکتا، اگر اسمبلی کے دروازہ سے داخل ہونے کے لئے الیکشن جیتنا ضروری ہے تو اجتہاد کے دروازہ سے داخل ہونے کے لئے بھی مطلوبہ صلاحیت وصالحیت ضروری ہے، ورنہ داخلہ کی مذموم کوشش ایک کھلی ہوئی دھاندلی اور ڈاکہ ہے۔ لہٰذا اجتہاد کے لئے مطلوبہ صلاحیت وصالحیت موجود نہ ہونے کی صورت میں سوائے کسی ایک مجتہد کی تقلید کے عافیت ونجات کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

اُصولِ فقہ اور قواعد فقہیّہ میں فرق

سطور بالا میں ''اُصولِ فقہ'' کا ذکر آیا ہے۔ یہاں ایک غلط فہمی پائی جاتی ہے، جس کا ازالہ کیا جانا مناسب ہے، غلط فہمی یہ ہے کہ بعض لوگوں نے ''اُصولِ فقہ'' اور قواعدِ فقہیّہ'' کو ایک ہی فن کے دو نام سمجھ رکھا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اُصولِ فقہ الگ فن ہے اور قواعدِ فقہیّہ الگ فن ہے۔

استنباط و استخراج کے قواعد کو ''اصولِ فقہ'' یا ''ادلہءِ اجمالیہ'' کہا جاتا ہے، جبکہ بہت سی استنباط کی ہوئی جزئیات اور فروع کو جن قواعد میں منضبط کیا گیا ہے، انہیں قواعد فقہیہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً......

(الف) اَلْاَمْرُ لِلْوُجُوْبِ — صیغہ امر سے وجوب (فرضیت) ثابت ہوتا ہے۔

(ب) اَلنَّهْيُ لِلتَّحْرِيْمِ — صیغۂ نہی سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔

یہ دونوں قاعدے اصولِ فقہ اور ادلۂ اجمالیہ شمار کئے جاتے ہیں، جبکہ......

(الف) لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ — نہ نقصان اٹھانا، اور نہ نقصان پہنچانا۔

(ب) اَلْيَقِيْنُ لَايَزُوْلُ اِلَّا بِالْيَقِيْنِ — یقین کو یقین ہی زائل اور ختم کرسکتا ہے۔

(ج) اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ — مجبوری، ممنوع کو مباح کردیتی ہے۔

(د) اَلثَّابِتُ بِالْعُرْفِ كَالثَّابِتِ بِالنَّصِّ — عرف ورواج سے جو بات ثابت ہو وہ نص سے ثابت ہونے کی مثل ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

یہ چاروں قواعد، قواعد فقہیہ شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کو اصولِ فقہ میں شمار نہیں کیا جاتا۔ دوسرے لفظوں میں یوں فرق بیان کیا جا سکتا ہے کہ ''اصولِ فقہ'' کا قانون تو فقہی مسئلہ کی دلیل کا کبریٰ بنتا ہے جبکہ ''قواعد فقہیہ'' کا کوئی قاعدہ ایسا نہیں بنتا۔ اُصولِ فقہ کے ذریعہ استخراج کیا جاتا ہے، جبکہ فقہی قاعدہ کے ذریعہ انضباط کیا جاتا ہے۔ استخراج پہلے ہوتا ہے اور انضباط بعد میں ہوتا ہے۔ تاہم تمام قواعد فقہیہ کو اس طرح نہ سمجھا جائے ان میں سے بعض کسی حدیث شریف کا متن یا جزوِ متن ہیں۔ اصولِ فقہ اور قواعد فقہیہ میں مزید فرق یہ ہے کہ ہر ایک کی کتابیں الگ الگ ہیں۔ اصولِ الشاشی، نور الانوار، حسامی، مسلم الثبوت، توضیح تلویح وغیرہ کتب اصول فقہ ہیں۔ جبکہ دبوسی کی تاسیس النظر، سیوطی اور ابن نجیم کی الاشباہ والنظائر اور اسی طرح امام کرخی کا ایک مشہور رسالہ ''اصولِ کرخی'' یہ سب قواعد فقہیہ کی کتابیں ہیں۔(۱) لیکن لفظ ''اصول'' (جو اصول کرخی میں ہے) کی وجہ سے بعض دانشوروں کو مغالطہ ہوا اور انہوں نے ''اصولِ کرخی'' کو اصول فقہ کی کتاب شمار کیا۔

محدث اور فقیہ میں فرق

حضرت اعمش نے محدث اور فقیہ میں نہایت اہم فرق بیان فرمایا ہے، جس سے فقیہ کی گہرائی اور نکتہ رسی کا ثبوت ملتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ......

> ''محدثین کا کام اچھی دواؤں کو جمع کرنا ہے اور فقہاء کا کام دوا کی جانچ پڑتال کرنا، مرض کا پتہ لگانا، مرض اور مریض کا مزاج معلوم کرنا اور پھر اس کی مناسبت سے موافق دوا تجویز کرنا ہے۔''

تاہم اس فرق کے باوجود یہ خیال کرنا درست نہیں کہ محدث اور فقیہ میں مکمل جدائی ہے، اور کسی ایک شخصیت میں یہ دونوں خوبیاں اور کمالات جمع نہیں ہو سکتے ہیں، بلکہ کام کی نوعیت اور ذمہ داری کے پیش نظر یہ فرق بیان کیا گیا محدث کی اصل ذمہ داری حدیث شریف کی خدمت ہے جس کو اچھی دواء کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جبکہ فقیہ کا منصب اور ڈیوٹی استخراج اور استنباط ہے، لیکن عالم اسلام میں کئی ایسی شخصیات اور صاحب کمال حضرات گزرے ہیں جو بیک وقت محدث بھی تھے اور فقیہ بھی۔

غرض و غایت:

ان دونوں (غرض و غایت) میں اگرچہ کسی قدر فرق ضرور ہے، لیکن اس کے باوجود حقیقت اور مصداق کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں، مثلاً ایک کاریگر کسی محترم شخصیت کے بیٹھنے کے لئے کرسی بنانا چاہتا ہے اور پھر کرسی بنا بھی دی تو اب اس محترم شخصیت کا ''بیٹھنا'' کرسی بنانے کی غرض اور علت کہلائے گا، غرض کا تصور و خیال فاعل سے فعل کے صدور سے پہلے ہوتا ہے، اور یہ تصور و خیال ہی اس فاعل کو فعل کے صدور پر تیار اور آمادہ کرتا ہے، لیکن اگر تصور و خیال سے ترقی کر کے غرض خارجی کائنات میں موجود بھی ہو جائے تو اب اس کو غایت کہا جائے گا۔ مندرجہ بالا مثال میں ''بیٹھنا'' جب تک تصور کی حد تک تھا، تو وہ غرض اور علت تھا، لیکن جب کرسی مکمل تیار ہوگئی اور محترم شخصیت اس پر تشریف فرما ہوگئی تو اب ''بیٹھنا'' غایت کہلائے گا۔

''فقہ'' کی غرض و غایت ''سعادتِ دارین'' ہے، یعنی دنیا میں جہالت کے اندھیروں سے نکل کر علم کی روشنی میں پہنچنا، ترقی کرنا، خود بھی اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق کی شناخت و معرفت اور عمل کرنا، اور دوسروں کو بھی آگاہ کرنا، اور یہ امر دنیوی کامیابی اور اُخروی فوز و فلاح اور نجات کا ذریعہ ہے۔

موضوع:

کسی بھی فرد (عین ہو یا فعل ہو) کو کچھ عوارض اور اوصاف لاحق ہوتے رہتے ہیں، ان میں سے بعض عوارض کو عوارض غریبہ کہا جاتا ہے، جبکہ بعض کو عوارض ذاتیہ کہا جاتا ہے، جن کی مکمل تفصیل و وضاحت کا یہ مقام نہیں ہے۔ اگر تفصیل کا کسی کو شوق ہو تو ''میر زاہد ملا جلال'' کا مطالعہ کرے۔ اس مسئلہ کی اس کتاب میں جس قدر شرح و بسط کے ساتھ وضاحت کی گئی ہے، کسی دوسری جگہ نظر سے نہیں گزری۔

فقہ کا موضوع ''مکلّف کا فعل و کردار'' ہے، مکلّف سے مراد عاقل بالغ مسلمان مرد یا عورت اور فعل سے مراد کسی بھی عاقل بالغ مسلمان مرد یا مسلمان عورت کا کوئی بھی کام کاج، مثلاً کسی جگہ (مسجد میں یا سینما میں) جانا، کوئی چیز (بکرا یا کتا) کھانا، کوئی چیز (دودھ یا شراب) پینا۔

مکلّف کے ''فعل'' کا کوئی نہ کوئی وصف ذاتی اور عارضہ ذاتیہ ہے، مکلّف کے فعل کے کل

☆ بیع سوم علی سوم وغیرہ: دوسرے شخص کے بھاؤ پر بھاؤ لگانا۔ (یہ ناجائز ہے) ☆☆

عوارض ذاتیہ گیارہ ہیں۔

(۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت مؤکدہ (۴) سنت غیر مؤکدہ

(۵) مستحب (۶) حرام (۷) مکروہ تحریمی (۸) اساءۃ

(۹) مکروہ تنزیہی (۱۰) خلاف اولیٰ۔

پہلے پانچ ثبوتی ہیں، جبکہ آخری پانچ سلبی ہیں۔ یعنی پہلے پانچ کے کرنے میں ثواب ہے، جبکہ آخری پانچ سے رکنے میں ثواب ہے۔ یہ کل دس ہوئے اور گیارہواں ''مباح'' ہے۔ نہ کرنے میں کوئی ثواب اور نہ رکنے میں کوئی ثواب۔

''فقہ'' کے ہزاروں مسائل ہیں۔ لیکن وہ تمام کے تمام مذکورہ بالا گیارہ خانوں میں تقسیم ہیں، کسی بھی مکلف مرد یا عورت کا کوئی بھی کام و کردار اور عمل ان مذکورہ گیاہ اوصاف وعوارض میں سے کسی ایک کے ساتھ ضرور متصف ہوگا، ان سے باہر نہیں ہوسکتا، ان گیارہ اوصاف وعوارض کو ''احکامِ شرعیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

مثلاً جب بھی کوئی سائل پوچھتا ہے کہ فلاں چیز (گندم یا کتا) کھانے کا شرعی حکم کیا ہے؟ یا کہتا ہے کہ شرعی حیثیت کیا ہے؟ یا وہ پوچھتا ہے کہ فلاں مشروب (دودھ یا شراب) کی شرعی حیثیت یا شرعی حکم کیا ہے؟ یا ریشم کا لباس پہننے کا شرعی حکم اور حیثیت کیا ہے؟ تو اس سائل کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ کام (کھانا، پینا، پہننا) فرض ہے؟ یا حرام ہے؟ واجب ہے؟ یا مکروہ تحریمی ہے؟ سنت مؤکدہ ہے؟ یا اساءۃ، سنت غیر مؤکدہ ہے؟ یا مکروہ تنزیہی؟ مستحب ہے یا خلافِ اولیٰ؟ یا مباح اور فقط جائز ہے؟ ساری فقہ کی حقیقت اسی ایک سوال کا جواب ہے۔ ''سمٹے تو دل عاشق، پھیلے تو زمانہ''

نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں ان گیارہ اوصاف وعوارض کی تعریفات ذکر کر دی جائیں، چنانچہ فقہ اسلامی کی مشہور ومعروف کتاب بہارِ شریعت جلد دوم میں ان کی حسب ذیل تعریفات ذکر کی گئی ہیں۔

فرض:

مصنفِ بہارِ شریعت نے فرض کی دو قسمیں فرضِ اعتقادی وفرضِ عملی اور اسی طرح واجب کی دو قسمیں واجب اعتقادی اور واجب عملی کی ہیں، اور پھر ہر ایک قسم کی تعریف کی ہے۔

فرضِ اعتقادی: جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں کوئی شبہ نہ ہو، فقہاء کی زبان میں اس قسم کی دلیل کو ''دلیل قطعی'' کہا جاتا ہے۔ فرضِ اعتقادی کا انکار کرنے والا ائمہ احناف کے نزدیک مطلقاً کافر ہے، اور اگر اس کی فرضیت عام و خاص پر روشن ہو اور واضح مسئلہ ہو جب تو اس کے منکر کے کفر پر اجماع قطعی ہے، ایسا کہ جو اس منکر کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے اور بہرحال جو کسی فرضِ اعتقادی کو بلاعذر صحیح شرعی قصداً ایک بار بھی چھوڑے وہ فاسق اور عذاب کا مستحق ہے، جیسے نماز، رکوع، سجود۔

فرضِ عملی: فرضِ عملی وہ ہے کہ جس کا ثبوت تو ایسا قطعی نہ ہو مگر نظر مجتہد میں بحکم دلائل شرعیہ جزم ہے کہ اس کے کئے بغیر آدمی بری الذمہ نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی عبادت کے اندر فرض ہے تو وہ عبادت اس کے بغیر باطل اور کالعدم ہے، اس قسم کے فرض کا بے وجہ انکار فسق و گمراہی ہے۔

واجب اعتقادی: فرض کی طرح واجب کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک واجب اعتقادی اور دوسری واجب عملی۔ واجب اعتقادی وہ ہے کہ جس کی ضرورت دلیل ظنی سے ثابت ہو۔

واجب عملی: جس کے کئے بغیر بھی بری الذمہ ہونے کا احتمال ہو، مگر غالب ظن اسکی ضرورت ہے۔

سنت مؤکدہ: وہ جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو، البتہ بیان جواز کے لئے کبھی چھوڑا بھی ہو، اس کو چھوڑنے کی اگر عادت ہو جائے تو استحقاق عذاب جبکہ نادراً چھوڑنے پر عتاب اور کرتے رہنے پر ثواب۔

سنت غیر مؤکدہ: وہ کہ نظر شرع میں ایسی مطلوب ہو کہ اس کا ترک اور چھوڑنا ناپسند ہو، عام از یں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی یا نہیں۔ اس کا کرنا ثواب اور چھوڑنا اگرچہ عادۃً ہو موجب عتاب نہیں۔

مستحب: وہ کہ نظر شرع میں پسند ہو، مگر ترک اور چھوڑنا ناپسند نہ ہو، خواہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم نے اسے کیا ہو یا اس کی ترغیب دی یا علمائے کرام نے پسند فرمایا اگرچہ احادیث میں اس کا ذکر نہ آیا ہو، اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں۔

حرام قطعی : یہ فرض کا مقابل ہے۔ اس کا ایک بار بھی کرنا گناہ کبیرہ اور فسق ہے، جبکہ بچنا فرض و ثواب ہے۔

مکروہ تحریمی : یہ واجب کا مقابل ہے۔ اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گنہگار ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس کا کرنا گناہ، حرام سے کم ہو اور چند بار اس کا ارتکاب کبیرہ ہے۔

اساءت : جس کا کرنا برا ہو اور نادراً کرنے والا مستحق عتاب ہو، اور التزامِ فعل پر استحقاق عذاب ہو۔ یہ سنت مؤکدہ کا مقابل ہے۔

مکروہ تنزیہی : جس کا کرنا شرع کو پسند نہ ہو، مگر وعید عذاب بھی نہ ہو۔ یہ سنت غیر مؤکدہ کا مقابل ہے۔

خلافِ اولیٰ : وہ کہ نہ کرنا بہتر تھا، کیا تو کچھ مضائقہ و عتاب نہیں، یہ مستحب کا مقابل ہے۔

مباح : وہ جس کا کرنا اور نہ کرنا یکساں ہو۔ (بہارِ شریعت، جلد دوم)

فقہی مباحث کی تعداد

دورِ حاضر میں جمہور فقہاء کے نزدیک جو مشہور و معروف تعریف ہے، (جس کا ذکر سطورِ بالا میں بالفاظ "اَلْعِلْمُ بِالْاَحْکَامِ الشَّرْعِیَّۃِ الْفَرْعِیَّۃِ...... الخ" آچکا) کے مطابق، فن فقہ کا تعلق حسب ذیل مباحث تک محدود ہو گیا ہے۔

(۱) عبادات: وہ اُمور (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) جو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تعلقات استوار رکھتے ہیں، اور زندگی کے میدان میں ایک خاص قسم کے زاویۂ نگاہ کا تعین کرتے ہیں۔

(۲) معاملات: معاشرتی اور مالیاتی قوانین جو تعاون اور باہمی اشتراکِ عمل کے لئے مقرر ہیں، مثلاً خرید وفروخت، اعارہ، اجارہ، امانت، ضمانت وغیرہ۔

(۳) مناکحات: نسل انسانی کی بقا سے متعلق قوانین جن میں نکاح، طلاق، عدت، نسب، ولایت، وراثت وغیرہ سب شامل ہیں۔

(۴) عقوبات: اس میں جرائم اوران کی سزا سے بحث ہوتی ہے، قتل، چوری، تہمت وغیرہ اسی طرح قصاص، تعزیرات، خون بہا وغیرہ۔

(۵) مخاصمات: اس میں عدالتی مسائل، قانون، مرافعہ اور اصولِ محاکمہ کا بیان ہوتا ہے۔

(۶) حکومت و خلافت: اس میں قومی و بین الاقوامی معاملات، صلح، جنگ کے احکام، وزارت، محاصل وغیرہ کی تفصیلات کو بیان کیا جاتا ہے۔ ان مباحث کا تذکرہ کتاب السیر اور کتاب الاحکام السلطانیہ میں آتا ہے۔

خلاصۂ کلام:

راقم الحروف کی ساری گفتگو (از لفظ فقہ تا فقہی مباحث) کا خلاصہ یہ ہے کہ یومِ پیدائش سے یومِ موت تک اور جھونپڑی سے محل تک، انسان خواہ مزدور ہو یا بادشاہ، مختلف احوال و کیفیات مثلاً غربت و امارت، مرض وصحت، جوانی بڑھاپا، تجرد و تزوج، سے گزرتا ہے، اور مختلف احوال و کیفیات میں وہ کئی افعال و اعمال اور کام کرتا ہے، بحیثیت مسلمان ہونے کے ضروری ہے کہ وہ مسلمان انسان اپنے ایک ایک فعل و عمل اور کردار کا جائزہ لے کہ وہ فعل و عمل اور کردار گیارہ (فرض، حرام اور جائز و ناجائز وغیرہ) خانوں میں سے کس خانہ میں ہے؟ اور گیارہ صورتوں میں سے کس شکل وصورت اور گیارہ عوارض واوصاف میں سے کس صفت سے متصف ہے؟

اس علم و معرفت اور فہم وادراک کو فقہ کہا جاتا ہے، اور اس فقہ کی روشنی میں ہر عاقل، بالغ مسلمان مرد اور مسلمان عورت کو اپنی زندگی کے شب و روز گزارنے چاہئیں اور سعادتِ دارین حاصل کرنے کی کوشش جاری رکھنی چاہئے۔

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ٥

☆میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی)☆